''کتاب اختلاف اَبی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' کا تنقیدی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی☆

Abstract:

"The book "اختلاف اَبی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ" is written by Qadhi Abu yousuf, one of the students and successors of Imam Abu Hanifah. The writer of this short book remianed also the student of Imam Muhammad bin Abdur Rahman bin Abi Ya'laa. Both of the great Muslim scholars belonged to Iraq contributing towards Islmaic Jurisprudence, Abu Yousuf complied also the mutual differences of opinion of his both great teachers, the differences which are known as "اختلاف العراقیین" according to Imam Shaf'ee and some others. Most of its scriptures are found in Makkah, Egypt and Istambole according to Abu al wafa Afghani, a famous researcher, while one scripture is found in India."

''اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' حضرت امام اعظم کے شاگرد جانشین قاضی ابو یوسفؒ کی ایک مختصر تالیف ہے۔(۱) اس کے مؤلفِ گرامی امام اعظمؒ کی شاگردی میں آنے سے قبل امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری کوفی قاضی کوفہ کے بھی شاگرد رہے تھے(۲) دونوں عراقی امامین ہمامین تھے۔اس لیے ان کے اختلاف کو حضرت امام شافعیؒ اور دوسرے اہلِ علم نے ''اختلاف العراقیین'' کا نام بھی دیا ہے۔(۳) دوسرے عظیم فقہا وعلما کی مانند امام اعظمؒ اور ان کے انصاری کوفی معاصر امام ابی لیلیٰؒ کے درمیان متعدد فقہی مسائل پر اختلاف تھا۔قاضی ابو یوسف نے حقِ شاگردی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خدمتِ فقہ انجام دی اور اپنے دونوں شیوخ کے اختلافات جمع کر دیے۔اس کتابِ اختلاف عراقیین کی اصل روایت حضرت قاضیؒ صاحب اور امام اعظم کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے کی۔دوسرے راویانِ خوش گمان نے اسے تالیفِ امام محمدؒ سمجھ کر ایک غلط خیال عام کر دیا جس کی تردید محققین سے زیادہ متن نے کر دی۔(۴)

☆ سابق صدر/ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ/شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اس کتابِ اختلاف کے متعدد مخطوطے / نسخے اس کے محققِ گرامی شیخ ابوالوفاء الافغانی کے مطابق مکہ مکرمہ، مصر اور استنبول میں موجود ہیں اور ان میں سے ایک ہند میں موجود ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ فواُد سزگین نے حضرت قاضیؒ کی اس تصنیف کا ذکر ان کے علمی آثار میں نہیں کیا ہے۔ شیخ افغانیؒ نے متعدد نسخوں / مخطوطوں کا تقابلی مطالعہ کیا تو اس صرف ایک ''اصلِ واحد'' پایا۔ ان کو کسی اصلِ واحد کے اجزاء نہیں پایا جیسا کہ بعض محققین و اہلِ علم کا خیال ہے۔ شیخ افغانی نے اس اصل کو اپنی تعلیقات کے ساتھ بہت خوبصورت کتابت وطباعت کے ساتھ ''لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن'' کی عنایت سے مطبعۃ الوفاء قاہرہ سے ۱۳۵۶ھ میں چھاپ دیا جو اس کی اولین طباعت ہے۔ وہ مختصر کتاب ہے جسے ان کی عالمانہ تعلیقات نے سوا دو سو صفحات کی کتابِ اوسط بنا دیا ہے۔ شیخ افغانیؒ نے اِسی طرح قاضی ابو یوسفؒ کی ایک اور تالیف ''الرد علی سیر الاوزاعی'' کو بھی شائع کر دیا ہے۔ ان دونوں تالیفاتِ قاضی کو امام شافعیؒ نے اپنی اسلامی قاموس ''کتاب الام'' میں الگ الگ مباحث میں شامل کر لیا ہے۔ امامِ موصوفؒ نے اس کا عنوان دیا ہے: ''کتاب ما اختلف فیہ ابوحنیفۃ وابن ابی لیلیٰ عن ابی یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ'' اور وہ کتاب الام کی وسیع تر کتاب الشہادات کے ''باب الدعویٰ والبنیات'' کی ''فصل / باب ما یحب فیہ الیمین'' کے معاً بعد شامل ہے۔(۵)

مطبوعہ کتاب ''اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' اور کتاب الام میں شامل کتاب ''اختلاف العراقیین''، کا متن ایک ہے۔ بس روایت کا فرق ہے کہ مطبوعہ کتاب ''قال محمد بن الحسن عن ابی یوسف قال'' سے شروع ہوتی ہے جبکہ مشمولہ کتاب الام میں صرف ''قال'' سے اور اس سے یقیناً مراد قاضی ابو یوسفؒ ہیں، امام محمد بن حسن شیبانیؒ استادِ امام شافعی نہیں ہیں۔ محقق کتاب شیخ ابوالوفا افغانی کے مطابق اولین متن کتاب میں ''باب ضمان الاجیر المشترک'' کے ''باب الاجارۃ'' کے مسائل سے شروع ہوتا ہے۔ دونوں ماخذوں میں متنِ کتاب کا اولین حصہ بالکل یکساں ہے جس میں امام اعظمؒ اور قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا اختلاف بیان کیا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے بھی اس بیانِ مؤلف کو من وعن نقل کیا ہے پھر ''قال الشافی کہہ'' کر ان کے راوی گرامی نے دونوں عراقی امامین ہمامین کے مسلک پر اپنے مسلک یا احکامِ فرعیہ کا اضافہ اپنے استنباط واستدلال سے کیا ہے۔(۶)

مزید تجزیہ وتحلیل کتاب اختلاف سے قبل ایک ابتدائی معروضہ پیش کرنا ضروری ہے جو تدوین و تالیفِ کتاب سے متعلق ہے۔ دونوں ماخذوں میں کتابِ قاضیؒ بلا تحمید وصلوٰۃ ومقدمہ شروع ہو جاتی ہے۔ مطبوعہ میں اوپر بسملہ ضرور ثبت ہے مگر وہ اضافہ محقق ہے۔ اسی طرح بحث / متن سے قبل باب و کتاب وغیرہ کی صراحت بھی دونوں ماخذوں میں نہیں کی گئی ہے جو کافی حیرت انگیز بات ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ محققِ افغانی نے اس پر تحقیق نہیں کی اور نہ کچھ لکھا، صرف حاشیہ میں یہ لکھ دیا کہ ''الاصل'' میں لفظ الباب نہیں مذکور ہے۔ تدوین وتالیفِ کتاب کا یہ طریقہ قرونِ وسطیٰ میں بھی نہیں

رہا۔ وہ مسلمہ روایاتِ تالیف کے خلاف ہے۔(۷)

اسی طرح مسائلِ اجارہ سے کتابِ اختلاف کا آغاز بھی عجیب لگتا ہے۔ مؤلفین کرام بالعموم کتبِ فقہ کا آغاز ابواب الطہارۃ سے کرتے ہیں۔ ''کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' ترتیبِ ابواب سے بحث ذرا بعد میں کی جائے گی۔ اولین مسئلہ متن/تالیف یہ ہے کہ موجودہ متن کا آغاز معمول و مسلمہ روایت کے برعکس ہے جو بعض خیالات کو جنم دیتا ہے۔ بہرحال امام شافعیؒ کی کتاب الام میں شامل متنِ کتاب اختلاف سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مؤلف کا متن ایک ہے۔ دونوں کے آغازِ متن میں ہی اتحاد نہیں بلکہ ترتیبِ ابواب میں بھی اتحاد و اتفاقِ کلی ملتا ہے۔ جیسا کہ تجزیہ و تحلیل میں واضح ہوتا جائے گا۔ البتہ بعض محققین کا یہ خیال صحیح لگتا ہے کہ موجودہ مطبوعہ و مشمولہ متن حضرت مؤلف کی اصل کتاب کے اجزاء پر مشتمل ہے اور وہ اجزا بھی اوراقِ پریشاں کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ غالباً کتاب کا اصل نسخہ اس سے زیادہ ضخیم و مختلف رہا تھا۔(۸)

کتاب اختلاف کے ابواب

مطبوعہ کتاب اور کتاب الام میں مشمولہ متن اختلاف العراقیینؒ کے ابواب کے تقابلی مطالعہ سے بعض اہم تدوینی حقائق کا پتہ چل سکے گا لہٰذا پہلے دونوں سے ان کے ابواب کی ایک فہرست صفحہ واردی جا رہی ہے۔

اولین باب کا عنوان نہ مطبوعہ کتاب میں ہے۔(۹-۱۰) اور نہ کتاب الام میں (۷/۸۷-۸۸)

اس کے بعد کے عناوینِ ابواب حسب ذیل ہیں:

۲۔	باب الغصب	(۱۱-۱۴)	//	(۷/۸۷-۸۸)
۳۔	باب اختلاف فی العیب	(۱۵-۲۰)	//	(۷/۹۰-۹۳)
۴۔	باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا	(۲۰-۲۹)	//	(۷/۹۳-۹۸)
۵۔	باب المضاربۃ	(۳۰-۳۳)	//	(۷/۹۸)
۶۔	باب السلم	(۳۳-۳۴)	//	(۷/۹۸)
۷۔	باب الشفعہ	(۳۵-۴۰)	//	(۷/۹۹-۱۰۱)
۸۔	باب المزارعۃ	(۴۱-۴۲)	//	(۷/۱۰۱-۱۰۲)
۹۔	باب الدعویٰ والصلح	(۴۳-۴۴)	//	(۷/۱۰۲-۱۰۳)
۱۰۔	باب الصدقۃ والھبۃ	(۴۵-۵۰)	//	۷/۱۰۳-۱۰۵)
۱۱۔	باب فی الودیعۃ	(۵۰-۵۲)	//	(۷/۱۰۵-۱۰۶)
۱۲۔	باب فی الرھن	(۵۳-۵۴)	//	(۷/۱۰۶-۱۰۷)

۱۳۔ باب الحوالۃ والکفالۃ فی الدین	(۵۴۔۶۱)	//	˘(۷/۱۰۷۔۱۱۰)
۱۴۔ باب فی الدین	(۶۱۔۷۸)	//	˘(۷/۱۱۰۔۱۱۷)
۱۵۔ باب فی الایمان	(۷۸۔۸۱)	//	(۷/۱۱۷۔۱۱۸)
۱۶۔ باب الوصایا	(۸۱۔۸۳)	//	(۷/۱۱۸)
۱۷۔ باب المواریث	(۸۳۔۹۰)	//	(۷/۱۱۹۔۱۲۱)
۱۸۔ باب فی الاوصیاء	(۹۰۔۹۳)	//	(۷/۱۲۱۔۱۲۲)
۱۹۔ باب افی الشرکۃ والعتق وغیرہ	(۹۳۔۹۸)	//	(۷/۱۲۲۔۱۲۴)
۲۰۔ باب افی المکاتب	(۹۸۔۱۰۰)	//	(۷/۱۲۵)
۲۱۔ باب فی الایمان	(۱۰۰۔۱۰۴)	//	(۷/۱۲۵۔۱۲۶)
۲۲۔ باب فی العاریۃ واکل الغلہ	(۱۰۴۔۱۰۵)	//	(۷/۱۲۷)
۲۳۔ باب فی الاجیر والاجارۃ	(۱۰۵۔۱۰۸)	//	(۷/۱۲۷۔۱۲۸)
۲۴۔ باب القسمۃ	(۱۰۸)	//	(۷/۱۲۸)
۲۵ باب الصلاۃ	(۱۰۹۔۱۱۴)	//	(۷/۱۲۸۔۱۲۹)
۲۶۔ باب صلاۃ الخوف	(۱۱۵۔۱۲۱)	//	(۷/۱۲۹۔۱۳۱)
۲۷۔ باب الزکاۃ	(۱۲۲۔۱۳۱)	//	(۷/۱۳۱۔۱۳۳)
۲۸۔ باب الصیام	(۱۳۱۔۱۳۵)	//	(۷/۱۳۳۔۱۳۴)
۲۹۔ باب فی الحج	(۱۳۶۔۱۴۳)	//	(۷/۱۳۴۔۱۳۶)
۳۰۔ باب الدیات	(۱۴۳۔۱۵۱)	//	(۷/۱۳۶۔۱۳۸)
۳۱۔ باب الرقۃ	(۱۵۲۔۱۵۸)	//	(۷/۱۳۸۔۱۳۹)
۳۲۔ باب القضاء	(۱۵۸۔۱۶۲)	//	(۷/۱۳۹۔۱۴۱)
۳۳۔ باب الغریۃ	(۱۶۳۔۱۶۸)	//	(۷/۱۴۱۔۱۴۲)
۳۴۔ باب النکاح	(۱۶۹۔۱۸۵)	//	(۷/۱۴۲۔۱۴۵)
۳۵۔ باب الطلاق	(۱۸۶۔۲۱۷)	//	(۷/۱۴۵۔۱۵۰)
۳۶۔ باب الحدود	(۲۱۸۔۲۲۶)	//	(۷/۱۵۰)

متن کا اتفاق واختلاف

ابواب ''اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' دونوں کتابوں میں کلی مماثلت خیال دلاتی ہے کہ دونوں کے متون بھی یکساں ہیں۔ درحقیقت ایسا ہے نہیں۔ ''کتاب الام'' کے بعض ابواب میں مطبوعہ

کتاب کا متن یکساں بھی ملتا ہے اور مختلف بھی۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے بطور راوی قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب کے مختلف ابواب کا آغاز ''قال ابو یوسف'' کے فقرہ سے کیا ہے۔ اس کے بعد مسئلہ زیرِ بحث بیان کرکے امام اعظمؒ کا قول و مسلک بیان کیا ہے۔ اور اس سے تمسکِ صاحبین کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا قول و مسلک اس باب رمسئلہ زیرِ بحث میں واضح کیا ہے۔ قاضی مؤلف نے ان سے بعض مقامات پر اتفاق کیا ہے اور اس پر بحث الگ سے آتی ہے۔

کتاب الام کے اولین باب میں متنِ قاضی ابو یوسف مطبوعہ کتاب سے حرف بہ حرف مماثلت رکھتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ اس میں صرف ''قال'' سے آغاز ہوتا ہے۔ امام اعظمؒ سے تمسک کا جملہ البتہ کسی قدر مختلف ہے: مطبوعہ میں ''بہ ناخذ'' ہے جو محقق کے بقول قولِ محمدؒ بھی ہے لیکن کتاب الام میں ''وبہ یاخذ'' کے بعد تشریحی فقرہ ہے ''یعنی ابا یوسف'' آخر باب میں قاضی ابو یوسفؒ کے مسلک و قول کے بعد مطبوعہ متن تمام ہو جاتا ہے جبکہ کتاب الام میں امام شافعیؒ کا مسلک و قول بلکہ اقوال مختلف احکامِ فرعیہ زیرِ بحث کے بارے میں ''قال الشافعی'' کی صراحت سے آتے ہیں۔ اس پر مزید بحث آگے آتی ہے۔

دوسرے باب، باب الغصب میں مطبوعہ کتاب کا متن قول ابو یوسف بابتہ مسئلہ، امام اعظمؒ کے قول اور قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے قول پر اسی ترتیب سے آتے ہیں۔ اس میں متعدد احکامِ فرعیہ ہیں اور ہر ایک میں یہی اقوالِ ثلاثہ کی ترتیب ہے۔ کتاب الام میں بابِ دوم کا متن ''قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ'' سے شروع ہوتا ہے اور وہ زیرِ بحث مسئلہ کو متعارف کراتا ہے اور اصلاً وہ قولِ ابو یوسف اور مطبوعہ کے متن کے مماثل ہے پھر اس کے بعد ''قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ'' کے دہرانے کے بعد اس مسئلے پر امام شافعیؒ کا مسلک و قول بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح مختلف مسائل و احکام میں متنِ قاضی لایا گیا ہے اور اس کا تعاقب قولِ امام شافعیؒ سے کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں بھی اسی طرح متنِ قاضی نقل کیا گیا ہے اور بعض دوسرے ابواب میں بھی وہ قول قال الشافعی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ باب کے عنوان کے معاً ''قال الشافعی'' کا فقرہ لانے سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اگلا متن مولف کا ہے۔[۹]

باب بیع الثمار الخ کا آغاز مطبوعہ متن میں قال ابو یوسف سے حسب معمول کیا گیا ہے پھر قال پر اکتفا کیا گیا ہو۔ کتاب الام میں ایک تیسرا نقطۂ آغاز ہے جو ''اخبرنا الربیع: قال الشافعی'' ہے۔ اس کے بعد قول ابوحنیفہ دونوں میں ہے لیکن متن کتاب الام میں امام اعظم کے لیے دعائیہ فقرہ ''رضی اللہ عنہ'' کی بجائے ''رحمہ اللہ تعالیٰ''۔ دوسرے ''قال الشافعی'' کے بعد امام موصوف کا مسلک ہے اور اسی طرح بعد کے متعدد مسائل و احکام فرعیہ کے بارے میں متن قاضی ابو یوسف کے بعد امام شافعی نے اپنے قول کو بیان کیا ہے۔ کتاب الام کے باب فی الرھن میں پھر اخبرنا الربیع قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ'' سے آغاز ہوتا ہے۔

باب المضاربۃ میں اسی طرح قال الشافعی کے بعد متن قاضی ابو یوسف کتاب الام نقل کیا گیا ہے اور اس کے بعد ایک زیرِ بحث مسئلہ پر امام شافعی نے اپنا مسلک بیان کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ مضاربت

''قال'' کے اضافہ رصراحت کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ جو متن قاضی ہے۔ البتہ اس کے اختتام پر قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد قول شافعی کی صراحت ملتی ہے۔

باب الشفقہ میں مطبوعہ متن کا آغاز قال ابو یوسفؒ کی جگہ کتاب الام میں قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے بعد متن قاضی دونوں کتابوں میں یکساں ہے۔ اس میں قال ابوحنیفہ رضی اللہ کو کتاب الام میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔

باب الوصایا میں متن قاضی کسی تمہیدی قول کے بغیر اچانک شروع کیا گیا ہے جبکہ مطبوعہ کتاب میں قال ابو یوسفؒ کی تصریح ہے۔

باب صلاۃ الخوف میں صرف ''قال'' سے متن کا آغاز کتاب الام میں ہوا جبکہ مطبوعہ کتاب میں قال ابو یوسفؒ کی صراحت ہے۔

باب الطلاق میں کتاب الام کا آغاز قال ابو یوسف سے ہوتا ہے جبکہ مطبوعہ کتاب میں قال: اخبرنا ابو یوسف سے ہوتا ہے۔

ان تمام ابواب کے آغاز اور ان کے بعد متن قاضی کا دونوں کتابوں میں تقابلی مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ:

- دونوں میں بنیادی طور سے متن قاضی ابو یوسف یکساں ہے۔ صرف چند جزوی فرق پائے جاتے ہیں اور وہ بھی دعائیہ کلمات میں یا تمسک واخذ قول کے بارے میں۔
- جن ابواب میں قال الشافعی یا مزید صراحت کے ساتھ اخبرنا الربیع قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آغاز متن ہوا ہے وہ امام ربیع بن سلیمان مرادی نے حضرت امام شافعی کی روایات سے لیا ہے اور اس پر مبنی ہونے کے سبب قال الشافعی سے شروع ہوتا ہے۔ اخبرنا الربیع کے قائل ان کے اپنے راوی ہیں۔
- بہر حال قال الشافعی کے بعد قال ابو یوسفؒ ضرور آنا چاہیے تھا کہ آگے آنے والے متن کی صراحت ہو جاتی صرف قال الشافعیؒ سے آغاز کرنے سے اشتباہ ہوتا ہے کہ قول شافعی ہو یا خود ان کی قاضی ابو یوسفؒ سے روایت جب کہ درحقیقت وہ دونوں نہیں ہیں۔

مسائلِ فروعیہ کی تحقیقِ ائمہ

''کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' میں قاضی ابو یوسفؒ کا طریقہ تالیف وتحقیق یہ ہے کہ وہ اپنی زبان میں نفسِ مسئلہ کو ہر باب میں بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد اس کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا قول بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں اماموں کے اقوال میں سے اور بالعموم قولِ ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ صراحت کر دیتے ہیں کہ اسی سے ہم تمسک

کرتے ہیں یا اسی کو اختیار کرتے ہیں: ''وبہ ناخذ'' عام طور سے ان دونوں قولوں کو حدیث واثر صحابی وغیرہ سے مستند و مدلل نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر باب الصلاۃ سے چند مسائل پر اختلافِ تھا میں پیش ہے۔

ایام تشریق میں اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز میں اس وقت شامل ہو جب وہ ایک رکعت پڑھ چکا ہو تو جب امام نماز پوری کر کے سلام پھیرے اس مسئلہ/صورت میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ وہ شخص کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے گا اور امام کے ساتھ تکبیر تشریق نہیں کہے گا کیونکہ تکبیر نماز کا حصہ نہیں بلکہ وہ اس کے بعد ہے اور اس کو ہم لیتے ہیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے تھے کہ مقتدی/مسبوق پہلے تکبیر کہے گا پھر کھڑا ہو کر نماز پوری کرے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت ایامِ تشریق میں تنہا نماز پڑھے تو امام ابوحنیفہ کے قول میں اس پر تکبیر نہیں اسی طرح جس شخص نے مسجدِ جامع (غیر مصر جامع) میں جماعت سے نماز پڑھی تو اس پر تکبیر نہیں اور نہ مسافروں پر ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے تھے کہ ان کو تکبیر کہنی ہوگی۔ قاضی ابو یوسفؒ نے عبیدہ (بن معتب الضبی) سے امام ابراہیم نخعیؒ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ مسافروں، اقامت گزاروں (مقیمین) تنہا نماز پڑھنے والوں اور جماعت میں نماز پڑھنے والوں سب کے لیے اور عورت کے لیے بھی تکبیر (واجب) ہے اور ہم اس قول کو لیتے ہیں۔ مجالدؒ نے حضرت عامرؒ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

کتاب الام میں امام شافعیؒ نے قاضی ابو یوسفؒ کے متن کے مطابق مذکورہ بالا فقہا کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنا قول/اقوال معہ دلائل بیان کیے ہیں:

اول مسئلہ میں امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ وغیرہ احناف سے اتفاق کیا ہے اور وہی دلیل دی ہے جو ان کی ہے البتہ یہ اضافہ کیا ہے کہ مقتدی امام کی اقتدا صرف ان ہی چیزوں میں کرے گا جو نماز کا حصہ ہیں اور تکبیرِ تشریق نماز کا حصہ نہیں۔

دوسرے مسئلہ میں امام شافعیؒ نے صرف اپنا مسلک واضح کیا ہے کہ ایامِ تشریق میں عورت، غلام، مسافر، تنہا و با جماعت نمازی، کھڑا ہوا، بیٹھا ہوا یا لیٹا ہوا شخص اور ہر حال میں نماز پڑھنے والا شخص تکبیر کہے گا۔

اگر کسی شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور اس نے تکبیر کہہ لی لیکن اس کے رکوع کرنے سے قبل امام نے سر اٹھا لیا تو بقولِ امام ابوحنیفہؒ وہ امام کے ساتھ سجدہ گا مگر اس کی یہ رکعت شمار نہیں کی جائے گی۔ حسن اور ان سے حکم کے واسطہ سے امام ابراہیم نخعیؒ کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ وہ بھی یہی کہتے تھے اور ہم اس قول کو لیتے ہیں جبکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے تھے کہ وہ رکوع کر کے سجدہ کرے گا اور وہ اس کی نماز میں شمار ہوگا۔

کتاب الام میں امام شافعیؒ نے مذکورہ بالا مسئلہ بیان کرنے کے بعد قنوت کا مسئلہ جو اس کے

بعد متنِ مطبوعہ میں ہے نقل کر کے دونوں پر اپنا مسلک واضح کیا ہے۔ بہرحال مذکورہ بالا مسئلہ میں زیادہ مدلل طریقے سے بیان کیا ہوا گرچہ امام اعظمؒ وغیرہ سے اتفاق کیا ہے۔ اس شخص کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی کیونکہ اس کو امام کے ساتھ اس نے نہیں پایا اور اس کے لیے قرأت بھی نہیں کی، اس نے صرف اپنے لیے نماز پڑھی اور پڑھا اور امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

قاضی ابو یوسف کا متن ہے کہ امام ابو حنیفہؒ فجر میں قنوت سے روکتے تھے اور ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں۔ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت (فجر میں) پڑھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایک قبیلہ سے جنگ کی تھی اور ان پر بددعا کرنے کے لیے قنوت پڑھی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات تک قنوتِ فجر نہیں پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سفر و حضر میں قنوت نہیں پڑھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے بھی نہیں پڑھی۔ حضرت ابن عمرؓ اہلِ عراق کے امام کے قنوت پڑھنے پر نقد کرتے تھے۔ حضرات علیؓ و معاویہؓ نے اپنی جنگوں کے دوران قنوت پڑھی (ایک دوسرے کے خلاف) اور ان کے مسلک کو بالترتیب اہلِ عراق اور اہلِ شام نے اخذ کر لیا۔ امام ابن ابی لیلیٰؒ آخری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل فجر میں قنوت پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔

امام شافعیؒ نے اس مسئلہ پر نقل متن کے بعد اپنا مسلک بیان کیا ہے کہ صلاۃ الصبح میں دوسری رکعت میں (رکوع کے بعد) قنوت پڑھی جائے گی کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اور ہمارے علم کے مطابق اسے نمازِ فجر میں کبھی ترک نہیں فرمایا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بئرمعونہ کے قتل کی خبر سننے کے بعد تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے اور مشرکوں کے لیے پندرہ دنوں تک بددعا کرتے رہے تھے۔ پھر تمام نمازوں میں قنوت ترک فرما دی البتہ نمازِ صبح میں میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کیا تھا، بلکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بئر معونہ سے قبل اور اس کے بعد قنوت پڑھی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر و علیؓ نے بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے ابتدا میں رکوع سے قبل قنوت کر دی تھی تاکہ مسبوق کو رکعت مل جائے: ''وقال لیدرك من سبق بالصلاة الركعة۔''

مطبوعہ کتاب اور کتاب الام دونوں میں اس مسئلہ کے بعد دعائے قنوت کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ ان دو سورتوں کے ساتھ (دعائے قنوت پڑھتے) قنوت کرتے تھے: ''**ويروى ذلك عن عمر بن الخطابؓ انه قنت بهاتين السورتين**'': ''**اللهم انا نستعينك ونستغفرك، ونثنى عليك الخير، ونشكرك ولانكفرك، ونخلع و نترك من يفجرك، اللهم اياك نعبد، ولك نصلى و نسجد، واليك نسعى و نحفد، ونرجو رحمتك و نخشى عذاب، ان عذاب بالكفار ملحق۔**''

قاضی موصوفؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے واسطہ سے حضرت عمرؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

انھوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں بھی حدیث بیان کی انھوں نے قنوت پڑھی تھی۔

حضرت امام شافعیؒ نے دعائے قنوت نقل کرنے کے بعد اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کتاب الام میں لکھا ہے۔مطبوعہ کتاب اور کتاب الام دونوں میں باب الصلوٰۃ کا مذکورہ بالا بیان پورا کا پورا نقل کیا گیا ہے۔

بعض دوسرے ابواب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ سے صرف چند مسائل فروعیہ کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ ان ائمہ وفقہا اسلام کے مختلف نقاطِ نظر سامنے آسکیں:

کتاب الزکوٰۃ: اگر کسی شخص پر ایک ہزار درہم قرض ہو اور اس کا لوگوں پر ایک ہزار درہم ہر قرض ہو اور اس کے قبضہ میں بھی ایک ہزار درہم ہوں تو بقولِ قاضی ابو یوسفؒ اس پر قبضہ رملکیت والی رقم پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک وہ اپنا قرض ادا نہ کردے پھر زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے تھے کہ اس کے قبضہ والی رقم پر اسے زکوٰۃ دینی ہوگی۔

کتاب الام میں امام ربیع بن سلیمان مرادی نے امام شافعیؒ کا قول پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص پر ایک ہزار درہم قرض ہے اور اسی قدر رقم اس کے پاس موجود ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن حضرت امامؒ قرض کی وصولی سے قبل زکوٰۃ قبل از وقت ادا کردینے کو زیادہ پسندیدہ قرار دیتے تھے۔امام ربیعؒ نے امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں آخری قول یہ نقل کیا ہے کہ اس کے قبضہ میں ایک ہزار درہم ہیں اور اس پر ایک ہزار کا قرض ہے تو اسے زکوٰۃ دینی ہوگی۔

خراجی زمین کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ اس میں عشر واجب نہ ہوگا کیونکہ عشر و خراج دونوں جمع نہیں ہو سکتے یہی ہمارا مسلک ہے جبکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ اس میں خراج کے ساتھ عشر بھی واجب قرار دیتے ہیں۔کتاب الام میں امام شافعیؒ کا مسلک بیان کیا گیا کہ کسی شخص نے اگر کسی خراجی آراضی پر کاشت کی تو اس کی پیداوار پر عشر دینا ہوگا۔حضرت امامؒ نے اس کی ایک مثال بھی دی ہے۔

کتاب الصیام

بقولِ قاضی ابو یوسف اگر کوئی شخص رمضان یا غیر رمضان کے روزہ کے دوران سرمہ لگالے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں۔قاضی ابن ابی لیلیٰؒ اس کو مکروہ قرار دیتے تھے اور اسے بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کسی ایسے قبل سے روغن افروز کرے جس کا مزہ بحالتِ روزہ اسے محسوس ہو۔کتاب الام میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے،مونچھوں،سر،چہرہ،پیروں اور سارے بدن میں ہر قسم کا تیل خواہ قیمتی ہو یا غیر قیمتی لگانے سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔

اگر کسی شخص نے ماہِ رمضان کا اس دن رکھ لیا جس کے بارے میں اسے شک تھا کہ وہ رمضان کا ہے یا نہیں پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ رمضان ہی کا دن تھا تو ابوحنیفہؒ کے مسلک میں وہ کافی ہوگا اور اسی

قول کو ہم لیتے ہیں: ''وبہ ناخذ'' قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے قول کے مطابق وہ کافی نہیں ہوگا اور اس کو اس دن کی جگہ ایک دن کا روزہ قضا کرنا پڑے گا۔

امام شافعیؒ کا ایک قول کتاب الام میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ رمضان کے مشکوک دن میں کسی شخص نے رات ہی میں رمضان سمجھ کر نیت کر کے روزہ رکھ لیا تو صبح کو اس کا روزہ رمضان ہو جائے اگر وہ رمضان کا دن نکلا کیونکہ اس کی نیت کامل تھی جو کافی ہے اگر رمضان کا دن نہ نکلا تو وہ افطار کر لے گا۔ امام ربیعؒ کا مزید قول ہے کہ دوسرے مقام پر امام شافعیؒ نے ایسے مشکوک دن کے روزہ کو کافی نہیں سمجھا کیونکہ اس نے شک کی بنیاد پر روزہ رکھا تھا۔

باب الحج

اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھ کر اس کا فاسد کر دیا اور مکہ پہونچ کر اس کی قضا کر لی تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس کے لیے کافی ہوگا کہ وہ تنعیم سے اس کی قضا کر لے اور اس قول کو ہم لیتے ہیں جبکہ ابن ابی لیلیٰؒ کا فتویٰ تھا کہ اسے اپنے ملک کی میقات سے ہی احرام باندھ کر قضا کرنی ہوگی۔

کتاب الام میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ کسی شخص نے کسی میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور اسے فاسد کر دیا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اسی میقات سے اس کی قضا کرے جس سے اپنے فاسد عمرہ میں احرام باندھنے کا آغاز کیا تھا۔ اعمال میں سے کسی عمل میں قضا کرنے کے بارے میں یہ ہم جانتے ہیں کہ اس جیسا عمل کیا جائے (بعمل مثلہ)، اس سے کم عمل اس کو قضا نہیں قرار دے گا کیونکہ وہ کل دم بجائے بعض کی قضا ہے اور کل کی قضا کرنی ضروری ہے۔ جس نے یہ کیا ہے کہ وہ حرم کے خارج / بیرون سے اس کی قضا کرے اس نے ہماری تعریف قیاس کے خلاف فیصلہ کیا اور اس میں آثار کی مخالفت (خلاف) بھی ہے۔ امام شافعیؒ نے اس باب میں حضرت عائشہؓ کی تنعیم سے عمرہ / احرام باندھنے کی روایت پر اس مسئلہ میں قیاس کرنے کو غلط قرار دیا ہے کہ وہ دوسرا مسئلہ / معاملہ تھا۔

حرم سے اس کی مٹی اور پتھر وغیرہ ''حل'' (غیر حرم) میں لے جانے کے مسئلہ پر امام ابوحنیفہؒ وان کے شاگرد کا مسلک تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے مطابق حضرات ابن عباسؓ وابن عمرؓ اس کو مکروہ سمجھتے تھے جبکہ علیؒ بن عبداللہ بن عباس کے مولیٰ رزینؒ کی روایت ہے کہ ان کے آقا نے ان سے مروہ (سفید پتھر) کا ایک قطعہ حرم سے منگوایا تھا تا کہ اس کو مصلیٰ بنالیں۔

امام شافعیؒ کا کتاب الام میں فرمانا ہو کہ متعدد اہلِ علم نے کہا ہے کہ حرم سے کوئی چیز غیر حرم میں لے جانا نامناسب نہیں ہے۔

حرم کے کبوتروں میں سے کسی کو مارنے (اذا اصاب الرجل حماما من حمام الحرم) کے معاملہ پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت دینی ہوگی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں۔ جبکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے

مطابق اس پر ایک بکری واجب ہوگی جیسا کہ حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے قاضی موصوف کی ایک روایت بھی ہے۔

کتاب الام میں اما شافعیؒ نے اس معاملہ میں ایک بکری واجب قرار دی ہے اور اسی کو حضرات عمرؓ وعثمانؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ ونافع بن عبدالحارثؒ وعاصمؒ بن عمرؓ وعطاءؒ اور ابن المسیبؒ وغیرہ قرار دیا ہو۔ پھر لکھا ہے کہ جس شخص نے اس میں قیمت دینے کا فتویٰ دیا اس کو یہ خیال ہے کہ اس نے اصحاب رسول ﷺ سے کسی کی مخالفت نہیں کی حالانکہ حمام مکہ کے بارے میں چار صحابہ کی مخالفت کی ہے۔ اس بحث میں کتاب اختلاف العراقیین کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے اور فدیۃ الحام اور کے اختلاف سے بحث کی گئی ہے۔ (۱۶۶/۲۔۱۶۷ وما بعد)

کتاب النکاح

اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے اور اس عورت کے باپ کی بیوی رزوجہ سے بھی نکاح کر لے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ جائز ہے کیونکہ ہم کو روایت پہونچی ہو کہ حضرت عبداللہ بن جعفریؓ نے حضرت علیؓ کی بیوہ اور حضرت علیؓ کے دختر دونوں کو نکاح میں جمع کر لیا تھا اور یہی ہمارا قول ہے۔ ابن ابی لیلیٰؒ اس نکاح کو جائز نہیں قرار دیتے تھے کیونکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک مرد ہوتی تو اس کے لیے اس کی صاحبہ سے نکاح حلال نہ ہوتا۔ کتاب الام میں امام شافعیؒ کا قول ہو کہ ایک شخص کی زوجہ اور اس کی دوسرے شوہر سے بیٹی کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی دختر کی شادی کر دی اور وہ بالغ ہو چکی ہے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ اگر اسے یہ نکاح ناپسند ہو تو یہ نکاح جائز نہیں ہوگا کہ وہ بالغ ہو چکی ہے اور اپنے معاملہ کی مالک بن چکی ہے لہٰذا اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ رسولِ اکرم ﷺ سے ہمیں یہ حکم وفرمان پہونچا ہے کہ باکرہ (کنواری) سے اس کے نفس کے معاملہ مشورہ لیا جائے گا اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے لیکن اگر اسے مجبور کیا گیا تو یہ مشورہ نہیں، اس کو ہم نے لیا ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا قول ہے کہ اس کی کراہت وناپسندیدگی کے باوجود نکاح جائز ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس پر اپنی رائے دی ہے کہ خاص کر باپ کی اپنی دختر کی خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ شادی جائز ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے الایم (پکی عمر والی) کو اپنی مرضی کا زیادہ حق دار بتایا ہے اور کنواری سے مشورہ کیا جائے گا اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ کتاب النکاح میں اس پر تمام دلائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔

مختصر تنقیدی تجزیہ

فقہا ومجتہدین نے اسلامی فقہ کے ارتقا وتدوین کے اولین زمانے سے فقہا مسالک کے درمیان اختلاف پر کتب ورسائل کا آغاز کر دیا تھا۔ فقہی اختلاف کی اصل بنا صحابہ کرام کے درمیان مختلف

شرعی وفقہی اختلاف پر استوار ہے۔ عہدِ رسولِ اکرم ﷺ کے اسلامی فقہ واستنباطی اختلاف کا سراغ ملتا ہے جو صحابہ کرام کے درمیان استنباط کی بنا پر ہوا تھا۔ یہ اختلافِ محمود تھا اور امتِ مسلمہ کے لیے رحمت، کیونکہ مختلف قرآنی نصوص وحدیثی روایات کی تشریح وتعبیر ہی مبنی تھا۔ ان کا اصل مرجع اختلافِ سنن تھا اور فہم و استنباط کی بنا پر ان کی تشریح وتعبیر کا بھی۔ اس پر بہت قیمتی مواد موجود ہے۔(١٠)

''اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰؒ'' دوسری اسلامی صدی کے اولین نصف کی تاریخ اختلاف صحابہ وتابعین پیش کرتی ہے۔ وہ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبشہؒ (١١٣/٧٣١-١٨٢/٧٩٨) کی تالیف ہے۔(١١)

قاضی موصوفؒ دوسرے علماء وشیوخ کے علاوہ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت زوطی (٨٠/٦٩٩-١٥٠/٧٦٧) اور قاضی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کوفیؒ (٧٤/٦٩٣-١٤٨/٧٦٥) دونوں کے خاص شاگرد تھے اور آخر میں امام اعظم کے ہو رہے تھے۔ انھوں نے اپنے دونوں مشائخِ فقہ کے بعض فقہی اختلافات کو باب بہ باب جمع کر دیا اور ان کے بارے میں اپنا مسلک بھی بیان کر دیا۔

امامین ہمامین اور ان کے جامع وشاگرد سب کوفی تھے کہ کوفہ کے مدرسہ فقہ سے وابستہ تھے اور اہل الرائے کہلاتے تھے۔ دونوں کوفی/عراقی فقہائے عظیم کے اختلافات کی بنا پر ان کو ''اختلاف العراقیین'' (دو عراقی فقہا/عراقیوں) دم اختلاف سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ اور امام اعظمؒ دونوں قریب قریب ہم عمر معاصر تھے اور دونوں نے بیشتر حصہ عمر وکارکردگی کوفہ میں گزارا تھا۔ ان دونوں کی رائے کی بنا پر فقہی احکام میں خاصی اہمیت ہی نہیں رجحان ساز کردار بھی رہا تھا اگرچہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کو بعد کی نسلوں نے بھلا دیا اور امام اعظمؒ کے کارناموں اور ان کے شاگردوں کی تحقیقات نے فقہ حنفی کو اولین مسلمہ مذہب فقہ بنا دیا جو قائم رہنے کے لیے آیا تھا۔

اہلِ رائے اور خاص کر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ خیالِ خام عام ہے کہ ان کی فقہ اور فقہی استنباط کا زیادہ مدار رائے پر ہے۔ ان سے زیادہ ان کے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ اور دوسرے جانشین و مدون امام محمد بن حسن شیبانیؒ (١٣٢/٧٤٩-١٨٩/٨٠٥) وغیرہ کا انحصار رائے کے مقابلے میں حدیث پر زیادہ تھا۔ اہلِ حدیث ومحدثین کے عام حریف طبقہ کے مطابق تمام ائمہ اربعہ حدیث سے زیادہ رائے پر عامل تھے۔

اہلِ حدیث واہلِ رائے کے ان دونوں طبقات کی تقسیم نے بڑا انتشارِ ذہنی اور عظیم تر فسادِ عملی بعد کی نسلوں میں پیدا کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کے نزدیک کتاب وسنت اصل مدارِ استنباط ہے اور رائے بوقت ضرورت جس سے اہلِ حدیث نے بھی کام لیا ہے۔

کتاب اختلاف العراقیین/اختلافِ ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰؒ کے دو مطبوعہ متون سر دست دستیاب ہیں: شیخ ابوالوفاء افغانی کا محقق نسخہ اور امام شافعیؒ (محمد بن ادریس مطلبی، ١٥٠-٧٦٧-٢٠٤/٨٢٠) کی

کتاب الام میں شامل متن جس پر امام شافعیؒ کی تعلیقات ان کے اپنے مسلک وفقہ کے بارے میں ہر باب میں ہیں اوران کے راوی اورشاگرد امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ (۸۸۳/۲۷۰ء) نے اپنے امام کے بعض مختلف اقوال کا یا قول کا ذکر بھی کہیں کہیں کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اہل رائے کے تمام اہم ترین فقہاو مؤلفین کے فقہی اختلافات کا ایک آئینہ خانہ بن جاتی ہے جو علم پرور ہے۔

دونوں عراقی اماموں رکوفی فقیہہ وقاضی کے فقہی اختلافات کے تجزیہ سے چند دلچسپ نتائج حاصل ہوتے ہیں:

متعدد ابواب ومباحث کے مسائلِ فرعیہ میں قاضی ابو یوسف نے ان کے فقہی اختلاف کا ذکر کیا ہے لیکن سبب کا نہیں۔

اس میں استنباطی دلیل ہے اور نہ کتاب وسنت کا حوالہ جیسے مقروض پر زکوۃ کے وجوب کا مسئلہ، خراجی آراضی کی پیداوار پر عشر کا وجوب، ماہ رمضان کے روزہ کے یومِ شک کا معاملہ، عمرہ کو فاسد کرنے والے پر قضاو عمرہ کی میقات کا مسئلہ۔

بہت سے ابواب کے احکامِ فرعیہ میں استنباطی یا رائے پر مبنی دلیل کا ذکر دونوں اماموں کے اختلاف کے بارے میں ملتا ہے یا خاص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں۔ امام قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے ہاں دلیل، روایت وحدیث وخبر کا ذکر کم آتا ہے جیسے مسبوق دم تکبیر تشریق کہنے کا مسئلہ ہے۔ بالغ باکرہ کی شادی کا معاملہ اور باپ کی ولایت کا مسئلہ ہے۔

کتاب الاختلاف میں قاضی ابو یوسفؒ نے ان دونوں اماموں میں سے کسی ایک کی رائے سے اتفاق کیا ہے اور بیشتر مقامات پر امام اعظمؒ سے اتفاق کیا ہے اور کمتر پر قاضی ابن ابی لیلیٰؒ سے۔ ایک تجزیہ کے مطابق اس کتاب میں مؤلفِ گرامی نے قاضی ابن ابی لیلیٰؒ سے صرف مسائل میں اتفاق کیا ہے۔ ان میں شامل ہیں: ہرنمازی کے لیے ایام تشریق میں تکبیر کہنے کا مسئلہ۔

کئی مسائلِ فرعیہ میں قاضی ابو یوسفؒ نے اپنے امامِ اعظمؒ کے مشائخ جیسے امام ابراہیم نخعیؒ یا تابعین وصحابہ میں سے کسی کا مسلک بیان کرے اس سے اتفاق کیا ہے جیسے ایامِ تشریق میں ہرنمازی کے لیے تکبیر کہنے کا قول امام نخعیؒ اور امام عامرؒ سے بیان کرے اسی کو اخذ کیا ہے۔ بحالتِ رکوع امام کو نہ پانے کے مسئلہ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول امام نخعیؒ کا ہے جس کی روایت درج ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب وسنت کے حوالے بھی دیے ہیں اوران سے کسی امام کے قول کو مدلل کیا ہے لیکن یہ کم کیا ہیں۔ جسے نمازِ فجر میں حدیث مرفوع کے علاوہ حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وعبداللہ بن مسعودؓ وابن عمرؓ وابن عباسؓ کے آثار سے امام اعظم کا قول مدلل کیا ہے۔ دعائے قنوت بھی اسی طرح آثارِ صحابہ سے مدلل ہے۔ باب النکاح میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی حضرت علیؓ کی دختر اوران کی بیوہ دونوں سے نکاح کا معاملہ بھی۔

صحابہ کرام کے مختلف اقوال کو بھی دونوں عراقی اماموں کے اختلافات کی بنا قرار دیا ہے کہ ایک نے کسی صحابی کا قول لیا اور دوسرے نے کسی دوسرے صحابی کا۔

امام شافعیؒ کے اختلافات وتعلیقات کی نوعیت

کتاب الام میں حضرت امام شافعیؒ نے اختلافِ ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰؒ کا پورا متن شامل کرلیا ہے جو بنیادی طور سے یکساں ہے۔ صرف بعض فقرات اور جملوں کا فرق ہے اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس کی ترتیب ابواب بھی یکساں ہے جو متن کو مزید معتبر بناتی ہے۔ امام شافعیؒ اپنے پیشرو امامانِ مسالک۔ مالک بن انسؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ وغیرہ کے شاگرد تھے۔ اس سے زیادہ یہ اہم حقیقت ہے کہ وہ اولین دو اسلامی صدیوں کے فقہی سرمایہ میں پیشرو اماموں۔ ابوحنیفہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، لیث بن سعدؒ وغیرہ کے کام وکردار سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان کے دلائل وطریقِ استنباط کی بھی پوری معرفت رکھتے تھی۔ اس لیے ان کو اپنے اقوال وآراء کو طے کرنے اور مسالک ومذاہب کو بنانے کی عظیم ترین سہولت حاصل تھی۔ اس پس منظر میں امام شافعیؒ کے اقوالِ فقہی اور کتاب وسنت وآثارِ صحابہ وتابعین سے اخذ واستخراج کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

کتاب الام میں شامل متنِ کتاب قاضی ابویوسفؒ کے ہر باب کے تمام مسائلِ فرعیہ میں امام شافعیؒ کے اقوال وآراء کا ذکر ملتا ہے۔ بہت کم ایسے مسائل ہیں جن میں حضرت امامؒ نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا ہو لیکن بہرحال ایسے مسائل بھی ہیں۔ جیسے دعائے قنوت کی بابت قاضی ابویوسفؒ کی عبادت و مسلک پر حضرت امامؒ نے کچھ بھی نہیں لکھا یا تبصرہ نہیں کیا ہے۔

اختلافِ ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ کے مختلف مباحث وابواب میں امام شافعیؒ کے تعلیقات و ملاحظات کی نوعیت بنیادی طور پر تو وہی ہے جو اوپر دونوں عراقی امامین ہمامین کے اور ان کے اختلافات کے جامع کے طریقوں کے بارے میں مذکور ہوئی ہے۔ ان کا بشکلِ نکات تجزیہ اس کو مزید واضح کردے گا۔

امام شافعیؒ نے بعض احکامِ فرعیہ میں امام اعظمؒ سے اتفاق کیا ہے اور بعض میں قاضی ابن ابی لیلیٰؒ سے اور بعض میں ایک تیسرا موقف اختیار کیا ہے:

(الف) امام اعظمؒ سے اتفاق

مسبوق کے تکبیرِ تشریق پڑھنے کا مسئلہ، رکوع میں امام کو نہ پانے کی صورت میں رکعت شمار نہ ہو گی۔ روزہ دار کو بحالت روزہ تیل اور سرمہ لگانے کی اجازت واباحت، عورت ربیوہ شخص اور اس کے دوسرے شوہر کی دختر سے نکاحِ بیک وقت کا جواز۔

(ب) قاضی ابن ابی لیلیٰؒ سے اتفاق

ہر نمازی کے لیے تکبیرِ تشریق کہنی واجب ہے۔ خراجی آراضی پر کاشت کی پیداوار میں عشر کا وجوب، فاسد عمرہ کی قضا کے لیے اس کے اصل میقات سے احرام باندھنے کا مسئلہ، حرم سے مٹی اور پتھر وغیرہ دل میں لے جانے کی کراہت، حرم کے کبوتر مارنے پر کفارہ میں ایک بکری کا وجوب جیسا کہ چار صحابہ اور متعدد تابعین کا فتویٰ تھا۔ بالغ باکرہ کی باپ کی نکاح کی ولایت اور اس کی کراہت کے باوجود نکاح کا جواز وقیام۔

(ج) تیسرا شافعی موقف

نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کا حکم کے بعد رکوع پڑھی جائے گی۔

امام شافعیؒ نے استنباطی دلیل بسا اوقات وہی دی ہے جو اس سے قبل علمائے احناف یا قاضی ابن ابی لیلیٰؒ نے دی ہے۔ البتہ متعدد مقامات پر وہ دلیل کو زیادہ واضح و مدلل بنا دیتے ہیں۔ ایسے مقامات پر وہ کبھی آثارِ صحابہ اور کتاب وسنت سے استدلال کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے۔

احادیث وآثار سے استدلال میں امام شافعیؒ نے بعض آثارِ صحابہ سے کام لیا ہے اور بعض میں کسی صحابی کے عمل کی توجیہہ بھی کی ہے جیسے قنوت کے قبل رکوع کرنے میں حضرت عثمانؓ کے عمل واثر کی توجیہہ۔

امام شافعیؒ کے اقوالِ قدیمہ اور اقوالِ جدیدہ کا قضیہ بہت معروف ہے۔ وہ اپنے قولِ قدیم سے رجوع کر لیا کرتے تھے۔ کتاب الام میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور اس کتاب الاختلاف کے متن کے بعض مباحث میں بھی امام ربیع مرادیؒ نے ان کی نشاندہی کی ہے۔ جیسے مقروض پر اسی قدر قرض واجب ہو جس قدر رقم اس کے پاس موجود ہے تو پہلے امام موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ سے متفق تھے کہ مقروض پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی پھر اس سے رجوع کرے آخری فیصلہ رفتویٰ یہ دیا تھا کہ مقروض کو اپنی ملکیت کی رقم پر قرض کے باوجود زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اسی طرح مشکوک یومِ رمضان کے روزہ کے معاملے میں وہ نیت کے کافی ہونے کے سبب روزہ ہو جانے کے قائل تھے بعد میں شک کی بنیاد پر نیت کرنے اور روزہ رکھنے کو کافی نہیں سمجھا اور اس دن کی قضا واجب قرار دی۔

بسا اوقات امام شافعیؒ اپنے نقدِ امامِ اعظمؒ، صاحبینؒ وغیرہ میں ان کی دلیل وکتاب وسنت کے اخذ میں تمسک سے بحث نہیں کرتے اور اپنے مسلک وفکر کی تشریح میں اپنی دلیل بیان کرتے اور احادیث وآثار کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور اپنے خلاف مسلک رکھنے والوں پر وہ آثارِ صحابہ کی مخالفت کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ ایسے مقامات پر ان کا لہجہ خاصا طنزیہ ہو جاتا ہے۔ جیسے حرم کے کبوتر کے مارنے کے کفارہ میں امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے قول کہ اس کی قیمت پر امام شافعیؒ نے چار صحابہ کی مخالفت کا الزام لگایا ہے۔ کفارہ

میں قیمت مساوی ادا کرنے کا مسئلہ ہو یا قضا میں قضاءِ کل کا مسئلہ ہو حضرت امام شافعیؒ نے زیادہ قیاس سے کام لیا ہے اور اصل ''علت'' کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مثلاً عمرہ فاسد میں اصل میقاتِ معتمر کے وجوب اور تیغم سے احرام باندھنے کے مسئلہ میں ان کا موقف قیاس زیادہ ہے اور سنت واثرِ صحابہ سے مدلل کم ہے۔ جس کو حضرت امامؒ نے قیاسِ فاسد کیا ہے وہی صحیح قیاس ہے۔

کتاب اختلاف العراقیین کا بعض دوسرے رسائل حضرت امام وکتبِ متقدین وغیرہ کا ذکر اور ان کے مباحث سے تعرض کتاب الام کے مختلف مباحث میں بھی ملتا ہے۔ اس قسم کے اقتباسات و مباحث کو امام ربیع بن سلیمان مرادی کی روایت حضرت امام سے داخل کیا گیا ہے۔ جیسے باب الاختلاف فی العیب (۲/۸۷ و مابعد)، باب الرھن (۲/۱۷۵)، باب فی بیع الثمار قبل ان یبد وصلاحہا (۲/۱۸۷) (۲/ دوبارہ ۲۰۶)، باب الدعوی (۲/۲۰۳)، باب الحوالہ والکفالۃ والدین (۲/۲۰۳ ۔ ۲۰۵)، باب الشرکۃ والعتق وغیرہ (۲/۲۰۶)، باب العاریۃ الخ (۲/۲۱۸)، باب الغصب (۲/۲۳۰)، باب الشفعۃ (۲۳۲ واختلاف الحدیث کے ساتھ)، القراض (۲/۲۳۴)، باب الصدقۃ والحبۃ (۲/۲۳۷)، باب الاجیر والاجارۃ (۲/۲۶۳) وغیرہ یہ سب مصحح گرامی نے اپنی تعلیقات میں اضافہ کیے ہیں۔

تعلیقات وحواشی

۱۔ قاضی ابو یوسفؒ، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' مرتبہ شیخ ابو الوفا الافغانی، مطبعۃ الوفاء قاہرہ ۱۳۵۷ھ؛ فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، عربی ترجمہ محمود فہمی حجازی، الریاض ۱۹۸۳ء، ا/۳/ ۵۴ وغیرہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ قاضی موصوف کی کتاب الرد علیٰ سیر الاوزاعی'' کا ذکر کیا ہے کہ وہ امام شافعیؒ کی کتاب الام (مطبعہ امیریہ بولاق، مصر) ۷/۳۰۳۔۳۳۶ میں باقی رہ گئی ہے۔ جسے شیخ افغانی نے قاہرہ سے ۱۳۵۷ھ میں شائع کیا ہے۔ شیخ افغانی کی تصریح ودیباچہ کے مطابق اول الذکر تالیف قاضی کے متعدد مخطوطے قاہرہ، مکہ مکرمہ اور استنبول وغیرہ میں موجود ہیں اور ان میں سے بعض سے انہوں نے موازنہ کیا ہے؛ امام اوزاعی اور ان کی السیر کے لیے فواد سزگین، مذکورہ بالا، ۲۴۳۔۲۴۵ نیز مقالہ خاکسار ''امام شافعی کی کتاب الام، تعارف وخصوصیات'' غیر مطبوعہ برائے فقہ سیمینار مبکل، ''کتاب سیر الاوزاعی'' میں متن کا آغاز راوی امام ربیع بن سلیمان سے ہوتا ہے: اخبرنا الربیع بن سلیمٰن قال اخبرنا الشافعیؒ ۔۔۔ قال قال ابو حنیفہؒ ۔۔۔'' اور اس کے بعد قاضی ابو یوسفؒ اور ان کے امام اوزاعی پر رد کا ذکر بھی آتا ہے بلکہ پہلے امام اوزاعی کے خیال کا اور پھر اس پر رد قاضی کا وغیرہ۔ امام شافعیؒ آخر میں کسی امام سے اتفاق کرتے ہیں یا اپنا مسلک بناتے ہیں۔

۲۔ فواد سزگین، مذکورہ ا بال، ۳۱۔۵۴ امام اعظمؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے لیے، ۵۵۔۷۸ امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے لیے، ۲۴۶۔۲۴۷ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے لیے، ۱۷۹۔۱۹۱ امام شافعیؒ کے لیے اور مابعد شوافع کے لیے؛ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے اموی اور عباسی خلافت میں تینتیس سال تک بڑے تزک واحتشام کے ساتھ عہدہ قضا کو رونق بخشی تھی۔ وہ احکام فقہی میں رائے کے ماہر تھے اور حدیث میں ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہو۔

١٤٨/٧٦٥ میں کوفہ میں وفات پائی۔

٣۔ کتاب الام، ٧/٨٨ و مابعد

٤۔ کتاب الام، مقدمہ شیخ افغانی اور مقالہ خاکسار اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔

٥۔ کتاب الام، ٧/٨٨۔١٥٠

٦۔ کتاب الام وغیرہ کے حوالے آگے آتے ہیں۔

٧۔ کتاب الام بھی اسی طرح بلا تحمید وصلوٰۃ و مقدمہ شروع ہوتی ہے۔ اس پر بحث میں بھی یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ اسلامی صدیوں میں اور موجودہ تک کتابوں کا آغاز حمد وصلوٰۃ اور مقدمہ سے ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا یہ متن اور متن کتاب اختلاف العراقیین بھی ناقص ہے۔

٨۔ مذکورہ بالا بالخصوص کتاب الام پر مقالہ خاکسار

موازنہ کے لیے کتاب الام میں شامل ایک اور کتاب الاختلاف ''اختلاف علی وعبداللہ بن مسعودؓ'' ملاحظہ ہو۔ اس کے ابواب کی ترتیب کتب فقہ کے مسلمہ طریق کے مطابق ہے۔

٩۔ ان مسائل پر بحث تجزیہ میں آتی ہے۔ ابواب فقہ کے مختلف مذکورہ بالا مسائل کا الگ سے حوالہ دینا غیر ضروری ہے کہ ابواب مذکورہ بالا کے صفحات مقارنہ وموازنہ میں پہلے نقل کیے جا چکے ہیں۔

١٠۔ صحابہ میں اختلاف فقہی کے لیے، ایک کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعود کا حوالہ اوپر آ چکا ہے۔ ان کے علاوہ قاضی ابو یوسفؒ کے صاحب امام محمدؒ نے بھی بعض کتاب اختلاف تصنیف کی تھیں جیسے ''کتاب الحجۃ فی اختلاف اصل الکوفۃ واھل المدینۃ'' فواد سزگین ٥٧ نے مسائل فقہی میں اختلاف پر دستیاب پر دستیاب ہونے والی اولین کتاب اسے قرار دیا ہے اور کے مخطوطات کا ذکر کیا ہے۔ ''اقدم کتاب'' کا نظریہ/خیال صحیح نہیں ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ کی دونوں کتابیں اس سے زیادہ قدیم ہیں۔

١١۔ قاضی ابو یوسفؒ کے جد امجد حضرت سعد بن جتہؓ صحابی تھے: ابن حجر، الاصابہ، ٣١٣٨ میں ان کا بحوالہ طبرانی ذکر ہے ان کے فرزند تابعی تھے۔